قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ العنکبوت

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ
بَيْتًا ؕ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ

اللہ کے سوا جن لوگوں نے دوسرے کارساز بنا لیے ہیں، اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ اُس نے ایک گھر بنایا اور کوئی شبہ نہیں کہ سب گھروں سے بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ اے کاش، یہ لوگ جانتے![۵۸] اللہ کے سوا جن چیزوں کو بھی یہ پکارتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ اُنھیں

۵۸۔ یعنی اِس حقیقت کو جانتے کہ خدا کے سوا جو سہارے یہ ڈھونڈتے ہیں، وہ سب جھوٹے سہارے ہیں۔ رسولوں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد خدا کا فیصلہ جب بھی صادر ہوا ہے، یہ جھوٹے ثابت ہوئے ہیں۔ چنانچہ آخرت میں بھی اِسی طرح جھوٹے ثابت ہوں گے۔ اپنے خیال میں جو قلعے اِنھوں نے بنا رکھے ہیں، اُن کی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں ہے۔

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾
خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

اچھی طرح جانتا ہے[59] اور وہ زبردست ہے، بڑی حکمت والا ہے۔[60] یہ مثالیں ہم لوگوں کی فہمایش کے لیے بیان کرتے ہیں، مگر اِن کو وہی سمجھتے ہیں جو علم والے ہیں۔[61] ۴۱-۴۳

زمین اور آسمانوں کو خدا نے برحق پیدا کیا ہے۔[62] اِس میں یقیناً بہت بڑی نشانی ہے، اُن کے لیے[63] جو ماننے والے ہوں۔ (یہ دھیان نہیں دے رہے تو اِن کی پروا نہ کرو، اے پیغمبر اور)

۵۹۔ یعنی اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کتنے بے حقیقت ہیں۔ اِس اسلوب بیان میں جو طنز و تحقیر چھپی ہوئی ہے، اُسے ہر صاحب ذوق سمجھ سکتا ہے۔

۶۰۔ یعنی زبردست ہے، لہٰذا کوئی اُسے دبا نہیں سکتا اور حکیم ہے، اِس لیے عدل و مجازات کے لیے جو قانون اُس نے بنادیا ہے، اُسے کوئی باطل نہیں کر سکتا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کے متعلق یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ خدا کے ہاں بڑا زور واثر رکھنے والے ہیں، اِس وجہ سے یہ اپنی پرستش کرنے والوں کو، خواہ اُن کے اعمال کچھ بھی ہوں، خدا کی پکڑ سے بچالیں گے۔ یہ عقیدہ خدا کے عزیز و حکیم ہونے کی نفی کرتا ہے، اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی اِن دونوں صفتوں کی یاددہانی کر کے اِس بے ہودہ عقیدے کی نفی کر دی۔“ (تدبر قرآن ۶/۴۹)

۶۱۔ اِس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں اصلی عالم وہی ہیں جو انفس و آفاق کی نشانیوں سے اُن حقائق تک پہنچ جائیں جن تک ہر سلیم الفطرت انسان کو پہنچنا چاہیے۔

۶۲۔ اِس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کائنات کسی بامعنی انجام تک پہنچے بغیر یوں ہی چلتی رہے یا ختم ہو جائے۔ یہ اپنے وجود سے شہادت دے رہی ہے کہ اِس کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد پورا ہو کر رہے گا۔

۶۳۔ یعنی اِس بات کی نشانی کہ زمین و آسمان کا خالق علیم و حکیم ہے، اِس وجہ سے لازم ہے کہ وہ ایک ایسا دن لائے جس میں کامل عدل کا ظہور ہو اور اِس کی کہ لوگ اِسی دن کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے تمام فیصلے کریں اور کبھی یہ خیال نہ کریں کہ خدا کے کوئی شریک بھی ہو سکتے ہیں جو اپنی شفاعت سے اُنھیں وہاں بچا لیں گے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

اُس کتاب کو پڑھتے رہو[۶۴] جو تمھاری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز کا اہتمام رکھو۔[۶۵] کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔[۶۶] (یہ اللہ کی یاد ہے) اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی یاد بڑی چیز

۶۴۔ یعنی خود بھی پڑھتے رہو اور دوسروں کو بھی پڑھ کر سناتے رہو۔

۶۵۔ دین پر قائم رہنے اور دعوت کی جدوجہد میں صبر واستقامت کے حصول کے لیے یہ ہدایت قرآن میں کئی جگہ کی گئی ہے۔ اِس راہ کے سالکین جانتے ہیں کہ اِس میں استقامت خدا کی معیت سے حاصل ہوتی ہے اور نماز خدا سے اِس درجہ قریب ہے کہ وہ دنیا میں گویا ہمارے لیے خدا کی قائم مقام ہے۔ سورۂ علق (۹۶) کی آیت (۱۹) 'وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ' (سجدہ ریز ہو اور اس طرح میرے قریب ہو جاؤ) میں یہی حقیقت واضح فرمائی ہے۔ لٰہذا اللہ کی راہ میں جدوجہد کے لیے اللہ کی معیت اگر حاصل ہو سکتی ہے تو اُس کی کتاب اور اُس کے حضور میں نماز ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اِس مقصد کے لیے سب سے زیادہ اہمیت قیام اللیل، یعنی نماز تہجد کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انذار عام کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِس قول ثقیل کا تحمل اور اِس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا مقصود ہے تو رات کی نمازوں میں قرآن کی تلاوت کی جائے۔ اِس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ وقت دل و دماغ کے فراغ اور فہم قرآن کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، یہ وقت چونکہ دماغ کے سکون اور دل کی بیداری کا خاص وقت ہے، اِس وجہ سے زبان سے جو بات نکلتی ہے، تیر بہ ہدف اور 'از دل خیزد بر دل ریزد' کا مصداق بن کر نکلتی ہے۔ آدمی خود بھی اُس کو اپنے دل کی گواہی کی طرح قبول کرتا ہے اور دوسرے سننے والوں کے دلوں پر بھی اُس کی تاثیر بے خطا ہوتی ہے۔

۶۶۔ یعنی ایک واعظ کی طرح نماز آدمی کو متنبہ کرتی ہے کہ جذبات کے غلبے، شہوات کی یورش اور خواہشوں کے ہجوم میں اُسے یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے اور اُس کے روبرو کھڑے ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...جو لوگ نماز کو اُس کے آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرتے ہیں، خواہ خلوت کی نماز ہو یا جلوت کی، اُن کی نماز اپنے ظاہر و باطن، دونوں سے، اُن کو اُن حقائق کی یاد دہانی کرتی رہتی ہے جن کی یاد دہانی زندگی کو صحیح شاہ راہ

ہے۔[٦٧] (تم اُس پر بھروسا رکھو، اِس لیے کہ) اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔[٦٨] ۴۴-۴۵

پر قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ خاص طور پر خلوت کی نمازیں انسان کی زندگی پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو اُس کی مثال اُس ڈرائیور کی ہے جو اپنی زندگی کی گاڑی پوری رفتار سے چلا تو رہا ہے، لیکن اُس کی رہنمائی کے لیے داہنے بائیں جو نشانات اُس کو صحیح راہ بتانے اور خطرات سے آگاہ کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں، اُن سے وہ بالکل بے پروا اور بے خبر ہے۔ ایسا ڈرائیور، کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اپنی گاڑی کس کھڈ میں گرائے۔" (تدبر قرآن ٦/ ۵۳)

اِس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ نماز ہی انسان کے دین پر قائم رہنے کی ضمانت ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ جو لوگ خدا کی یاد سے غافل ہو جاتے اور اُس سے اعراض کر لیتے ہیں، اُن پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو شب و روز کے لیے اُن کا ساتھی بن جاتا ہے۔ نماز اِسی غفلت اور اعراض سے انسان کو بچاتی اور شیطان کے حملوں سے اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ یہ حملے اِس کے باوجود جاری رہتے ہیں، لیکن نماز پر مداومت کے نتیجے میں شیطان کے لیے مستقل طور پر انسان کے دل میں ڈیرے ڈال دینا ممکن نہیں ہوتا۔ نماز اُسے مسلسل دور بھگاتی اور ایک حصار کی طرح انسان کے دل و دماغ کی حفاظت کرتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خطرے کی حالت میں بھی تاکید کی گئی ہے کہ پیدل یا سواری پر، جس طرح ممکن ہو، اِسے لازماً ادا کیا جائے۔

٦٧۔ مطلب یہ ہے کہ اِسے کوئی معمولی بات یا طفل تسلی نہ سمجھو، خدا کی یاد فی الواقع بہت بڑی چیز ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"... اِسی سے انسان کے دل کو حقیقی طمانیت و سکینت حاصل ہوتی ہے۔ 'اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ' (اچھی طرح سن لو کہ دلوں کو طمانیت اللہ کی یاد سے حاصل ہوتی ہے) اور دل ہی انسان کے اندر وہ چیز ہے جو تمام عزم و حوصلہ کا منبع ہے۔ اگر دل مضبوط ہے تو انسان سے زیادہ طاقت ور کوئی چیز نہیں، اور اگر دل کم زور ہے تو انسان سے زیادہ ناتواں کوئی شے نہیں اور دل کو قوت دینے والی اصلی چیز خدا کی یاد ہے جس کی سب سے زیادہ بہتر، جامع اور موثر شکل نماز ہے۔" (تدبر قرآن ٦/ ۵۳)

٦٨۔ اوپر خطاب صیغۂ واحد سے تھا، لیکن یہ آخر میں جمع کا صیغہ آ گیا ہے۔ اِس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ خدا کے پیغمبر کو تو ہر حال میں اِس راستے پر چلنا ہے، لیکن یہی ہدایات اُن سب لوگوں کے لیے بھی ہیں جو خدا کے دین کو اختیار کریں، اُس پر قائم رہنا چاہیں اور اُس کی دعوت کے لیے اُٹھیں یا اُٹھنے والوں کے مددگار بنیں۔ چنانچہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ
وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ

اور اہل کتاب (اِس دعوت کی طرف متوجہ ہوں تو اُن) کے ساتھ اُسی طریقے سے بحث کرو جو بہتر ہے،[69] سوائے اُن کے جو اُن میں سے ظالم ہیں۔[70] (اُن کے ساتھ کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے)۔[71] تم اُنھیں بتاؤ کہ ہم اُسے بھی مانتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اور اُسے بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا تھا۔[72] ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے

فرمایا ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے ہر عمل سے واقف ہے، لہٰذا اُس پر بھروسا رکھو، وہ خلوت و جلوت میں تمھاری کسی محنت کو ضائع نہیں جانے دے گا، بلکہ اُس کا بھرپور صلہ عطا فرمائے گا۔

۶۹۔ اِس کی وضاحت آگے کر دی ہے کہ پہلے اُن چیزوں کو پیش کیا جائے جو تمھارے اور اُن کے درمیان مشترک ہیں۔ اِس کے بعد اُنھی اقدار مشترکہ کے لوازم و مقتضیات کی طرف توجہ دلائی جائے جو باعث نزاع ہو سکتے ہیں اور اُنھیں شایستہ اور مہذب زبان میں، معقول دلائل کے ساتھ اور افہام و تفہیم کی اسپرٹ کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تمھارا کلام حکیمانہ کلام ہونا چاہیے، نہ کہ مناظرانہ۔ اِس لیے کہ بحث و گفتگو کا یہی طریقہ ہے جس سے کسی کی انانیت کو ٹھیس نہیں لگتی اور مخاطب سلیم الطبع ہو تو بات پر غور کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتا ہے۔

۷۰۔ یعنی شریر، کج بحث اور مناظرہ باز ہیں۔

۷۱۔ قرآن کے دوسرے مقامات میں ہدایت کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ الجھنے کے بجاے اُن سے اعراض کر لیا جائے۔ داعی حق کے لیے صحیح طریقہ یہ نہیں ہے کہ الزام کا جواب الزام سے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینا شروع کر دے۔ اُس کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سلام کر کے اُن سے جدا ہو جائے۔

۷۲۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کسی تعصب میں مبتلا نہیں ہیں۔ ہم نے حق کو حق کی حیثیت سے دیکھا ہے اور اُسے جہاں پایا ہے، اُس کی تصدیق کر دی ہے۔ ہماری کتاب اور تمھاری کتابوں میں اصل کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اُن کا منبع و ماخذ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی دین کی دعوت دیتی ہیں۔ لہٰذا تم بھی اگر تعصبات سے بالاتر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ
هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا
مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ

فرماں بردار ہیں۔[۷۳] ۴۶

ہم نے، (اے پیغمبر)، اِسی طرح یہ کتاب تمھاری طرف اتاری ہے۔[۷۴] سو جن کو ہم نے (اِس سے پہلے) کتاب سے نوازا ہے،[۷۵] وہ اِس پر ایمان لائیں گے اور اُن میں سے بعض اِس پر ایمان لا بھی رہے ہیں، اور ہماری آیتوں کا انکار تو وہی کرتے ہیں جو انکار کا فیصلہ کیے بیٹھے ہیں۔ تم اِس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے، نہ اُس کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ جھٹلانے والے، البتہ

ہو کر غور کرو گے تو ہماری طرح یہی کہو گے کہ ہم اُسے بھی مانتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا تھا اور اُسے بھی جواب تمھاری طرف نازل کیا گیا ہے۔

۷۳۔ یعنی معبود ایک ہی ہے، لہٰذا ہم تمھیں کسی دوسرے خدا کو ماننے کی دعوت نہیں دے رہے، بلکہ صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح ہم نے اُس پر ایمان اور اُس کی اطاعت کے باب میں بالکل یک سو ہو کر اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دیا ہے، تم بھی اُسی طرح اُن سب باتوں کو چھوڑ کر جو اُس کی توحید کے منافی ہیں، تنہا اُسی کے فرماں بردار بن جاؤ۔

۷۴۔ یعنی اُسی اصول پر اتاری ہے جو اوپر بیان ہوا کہ خدا کا دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ تمام کتابیں اُسی دین کی دعوت پیش کرتی ہیں اور اُس میں ایک ہی خدا پر ایمان اور اُس کی عبادت و اطاعت کا تقاضا کیا گیا ہے۔

۷۵۔ اِس سے مراد عام اہل کتاب نہیں ہیں، بلکہ اُن کے اندر کے وہ لوگ ہیں جو اِس سے پہلے بھی اپنی کتابوں کی تعلیمات پر پوری سچائی کے ساتھ قائم تھے۔ 'الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ' کے الفاظ میں قرآن بالعموم اِنھی کا ذکر کرتا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ؕ وَ مَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۹﴾
وَ قَالُوۡا لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ

شک میں پڑ سکتے تھے۔[۷۶] نہیں، (اِس میں کسی شک کی گنجایش نہیں ہے)، بلکہ یہ قرآن تو کھلی ہوئی آیتیں ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم عطا ہوا ہے۔[۷۷] اور ہماری آیتوں کا انکار تو وہی کرتے ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے ہیں۔[۷۸] ۴۷-۴۹

یہ (ظالم) کہتے ہیں کہ اِس کے پروردگار کی طرف سے اِس پر نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں؟[۷۹]

۷۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں یہ وہی استدلال ہے جو اِس سے پہلے سورۂ یونس (۱۰) میں گزر چکا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اِس سے پہلے اگر اِنھوں نے تم کو لکھتے پڑھتے اور مختلف علوم و فنون کا اکتساب کرتے دیکھا ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ نوح و ابراہیم سے لے کر مسیح و کلیم تک کے یہ تمام خزائن حکمت تم نے کتابیں پڑھ کر اور اُن سے اخذ و اکتساب کر کے لکھ لیے ہیں اور اب اُنھیں پڑھ کر سنا رہے ہو، لیکن اِنھیں معلوم ہے کہ تم نے عمر بھر نہ کوئی کتاب کبھی پڑھی ہے، نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا ہے تو سوچتے کیوں نہیں کہ تمھارے اوپر وہ تمام علوم آخر کہاں سے برس پڑے ہیں جو اِس وقت یہ تمھاری زبان سے سن رہے ہیں؟ آسمانی کتابوں کی تعلیمات، انبیاے سابقین کے حالات اور قانون و حکمت کے اسرار و غوامض کا یہ اظہار ایک امی کی زبان سے آخر کس طرح ہونے لگا ہے؟

۷۷۔ یعنی جن کے پاس حقیقی علم ہے، اُن کے لیے تو یہ قرآن ایک جانی پہچانی اور موعود و منتظر چیز ہے، اِس لیے کہ جو کچھ یہ بیان کر رہا ہے، وہ اِسی وضاحت کے ساتھ اُن کے سینوں میں پہلے سے موجود ہے۔ وہ اِس کتاب کو نہیں پڑھ رہے، وہ تو در حقیقت اپنے دلوں کی الواح پر لکھی ہوئی خدا کی آیتیں پڑھ رہے ہیں جو اِس سے پہلے وہ کبھی کتاب فطرت میں اور کبھی تورات، زبور اور انجیل میں پڑھتے رہے ہیں۔

۷۸۔ اِس سے مراد وہی بد بخت ہیں جن کے بارے میں اوپر فرمایا ہے کہ اُن سے کسی بحث کی ضرورت نہیں ہے، اُن کا مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔

۷۹۔ یہ اعتراض بالعموم اہل کتاب کی طرف سے اٹھایا جاتا تھا جسے قریش لے اڑتے تھے اور لوگوں کو یہ کہہ کر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ
شَھِیْدًا ج یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَکَفَرُوْا
بِاللّٰہِ لا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

اِن سے کہو، نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں، میں تو صرف ایک کھلا ہوا خبردار کرنے والا ہوں۔[80] کیا اِن کے لیے کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری ہے کہ اِنھیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہے؟[81] اِس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے رحمت ہے اور یاددہانی بھی جو ایمان لائیں۔ (یہ انکار کا فیصلہ کیے بیٹھے ہیں یا اِن پر فی الواقع حقیقت واضح نہیں ہوئی)؟ کہہ دو کہ (اِس پر) میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے۔ (البتہ، یاد رکھو کہ) جو باطل پر ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کا انکار کر دیا ہے، وہی نامراد ہونے والے ہیں۔ ۵۰-۵۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ اگر یہ خدا کی طرف سے آئے ہیں تو اِن کو اُس طرح کے معجزے کیوں نہیں دیے گئے جو اِن سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو دیے گئے تھے؟

۸۰۔ یہ اُن کے اعتراض کا پہلا جواب ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"... نشانیوں اور معجزات کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ میں اِس معاملے میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔ وہ اگر چاہے گا تو کوئی نشانی دکھا دے گا اور نہیں چاہے گا تو نہیں دکھائے گا۔ میں تو صرف ایک نذیر مبین ہوں، مجھے حکم ہے کہ تمھیں آنے والے خطرات سے اچھی طرح آگاہ کر دوں، سو یہ فرض میں ادا کر رہا ہوں۔ باقی تمام امور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ میں نے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے، خدائی کا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ تمھاری طلب کے مطابق معجزے دکھادوں۔" (تدبر قرآن ۶/ ۵۸)

۸۱۔ یہ دوسرا جواب ہے کہ یہ اگر غور کریں تو خدا کی سب سے بڑی نشانی تو خدا کی کتاب ہے جو اِن کے لیے اتار دی گئی ہے۔ وہ اپنے ہر دعوے پر خود حجت اور ایک برہان قاطع ہے۔ اُس کا حرف حرف گواہی دیتا ہے کہ وہ کسی انسان کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ اِس کے بعد کسی اور نشانی کی ضرورت کہاں رہی!

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٣﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ
بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ
ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾
يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ

یہ تم سے عذاب کے لیے جلدی مچائے ہوئے ہیں۔[۸۲] اِن پر عذاب آجاتا، اگر اُس کے لیے ایک وقت مقرر نہ ہوتا۔[۸۳] (اِن کا رویہ یہی رہا تو) یقیناً (ایک دن) وہ اچانک اِن پر آجائے گا اور انھیں خبر بھی نہیں ہو گی۔ (اِن پر افسوس)، یہ تم سے عذاب کے لیے جلدی مچائے ہوئے ہیں، دراں حالیکہ جہنم اِن منکروں کو گھیرے میں لے چکی ہے۔[۸۴] یہ اُس دن کا خیال کریں، جس دن عذاب اِن کے اوپر سے اور اِن کے پاؤں کے نیچے سے اِنھیں ڈھانک لے گا اور ارشاد ہو گا کہ اب چکھو اُس کا مزہ جو کرتے رہے ہو۔ ۵۳-۵۵

میرے بندو جو ایمان لائے ہو، (یہ تم پر ظلم و ستم سے باز نہیں آتے تو ہجرت کر کے یہاں سے نکل جاؤ)۔[۸۵] میری زمین، بے شک وسیع ہے، سو (جہاں رہ کر بن پڑے) تم میری ہی بندگی کرو۔

۸۲۔ یعنی جب اِن کے کرتوتوں پر انھیں خدا کی گرفت سے خبردار کیا جاتا ہے تو مذاق اڑانے کے لیے جلدی مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ پھر لے آؤ اپنا عذاب، وہ کہاں رہ گیا ہے؟ اُس کے آنے میں اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟

۸۳۔ یعنی سنت الٰہی کے مطابق اُس کے بارے میں طے نہ ہوتا کہ اُسی وقت آئے گا، جب اِن لوگوں پر خدا کی حجت ہر لحاظ سے پوری ہو جائے گی۔

۸۴۔ یہ اعادہ اظہار تعجب کے لیے ہے کہ آگ میں کھڑے ہوئے آگ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ کر رہے ہیں، وہی ایک دن اِن کے لیے جہنم کا ایندھن بننے والا ہے؟ یہ اپنے اعمال سے واقف ہیں اور اِس کے باوجود عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔

۸۵۔ بندۂ مومن کے لیے کسی جگہ اپنے پروردگار کی عبادت پر قائم رہنا جان جوکھم کا کام بن جائے،

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ۟ ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ غُرَفًا تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ نِعۡمَ اَجۡرُ
الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا
تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ۖۗ اَللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ ۖ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۶۰﴾

(یہ دنیا ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، یہاں) ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جو ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک عمل کیے ہیں، اُنھیں ہم ضرور جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی اچھا صلہ ہے عمل کرنے والوں کے لیے — جنھوں نے صبر کیا اور ہر حال میں اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے رہے۔ (یہ خیال نہ کرو کہ یہاں سے نکلے تو کھاؤ گے کہاں سے)۔ کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی اُن کو روزی دیتا ہے اور تمھیں بھی اور وہ سمیع و علیم ہے۔[۸۶] ۵۶-۶۰

یہاں تک کہ اپنے دین کو ظاہر کرنا ہی ممکن نہ رہے تو ہجرت ایمان کا تقاضا بن جاتی ہے، اگرچہ اُس کے لیے اپنا گھر بار اور مال و اسباب، سب چھوڑنا پڑے۔ قرآن نے دوسری جگہ واضح کر دیا ہے کہ اِس کے بجائے انسان اگر غیر اللہ کی بندگی گوارا کر لے تو یہ ایمان کھو کر خدا کے حضور آنا ہے جس کا انجام جہنم ہے۔

۸۶۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی زمین بھی وسیع ہے اور اُس کا خوان کرم بھی۔ پھر وہ سمیع و علیم ہے۔ تمھاری ہر فریاد اُس تک پہنچے گی اور تمھاری کوئی پریشانی اُس سے چھپی نہ رہے گی۔ اِس لیے اگر اُس پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اپنا وطن اور اپنے اموال و جایداد، سب چھوڑ کر نکل جاؤ تو بغیر کسی تردد کے ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہو اور یہ مت سوچو کہ آگے کیا کھاؤ گے اور کیا پہنو گے؟ اپنے رب پر بھروسا رکھو، وہی تمھیں کھلائے گا اور وہی پہنائے گا۔

سیدنا مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں سے ٹھیک یہی بات فرمائی تھی۔ اُن کا ارشاد ہے:

”تم خدا اور دولت، دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اِس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ
مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ

(حقیقت یہ ہے کہ اِن کی عقل ماری گئی ہے)۔

اگر تم اِن سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کر رکھا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر کہاں سے اوندھے ہو جاتے ہیں![87] (کیا اِن کے معبود اِنھیں کھلاتے ہیں؟ ہر گز نہیں)، اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے، کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک، اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر تم اِن سے پوچھو کہ آسمان سے کس نے پانی برسایا، پھر اُس سے زمین کو اُس کے مردہ ہو چکنے کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمھارا آسمانی باپ اُن کو کھلاتا ہے۔ کیا تم اُن سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے ہیں، نہ کاتتے ہیں۔ تو بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے اُن میں سے کسی کی مانند ملبس نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے کل تنور میں جھونکی جائے گی، ایسی پوشاک پہناتا ہے تو، اے کم اعتقادو، تم کو کیوں نہ پہنائے گا؟ اِس لیے فکر مند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے؟ کیوں کہ اِن سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمھارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم اِن سب چیزوں کے محتاج ہو۔ بلکہ تم پہلے اُس کی بادشاہی اور اُس کی راست بازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی۔ پس کل کے لیے فکر نہ کرو کیوں کہ کل کا دن اپنے لیے آپ فکر کر لے گا۔ آج کے لیے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔“ (متی ۶: ۲۵-۳۴)

۸۷۔ یعنی کہاں سے بھٹک جاتے ہیں کہ دوسروں کو ماویٰ و مرجع بنا کر اُن کو پوجتے اور اُن سے استغاثہ و استرحام کرنے لگتے ہیں۔ استاذ امام کے الفاظ میں، یہ تو اپنے منہ سے خود اپنے مسلمہ کی تردید ہے۔

اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾
وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ
كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾
فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ
اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۠ وقفة

بعد زندہ کر دیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہو، شکر کا سزاوار بھی اللہ ہے،[۸۸] لیکن اِن میں سے اکثر سمجھتے نہیں ہیں۔ ۶۱-۶۳

(اِس کا سبب یہ ہے کہ دنیا پر ریجھے ہوئے ہیں اور) حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا کی زندگی لہو و لعب کے سوا کچھ بھی نہیں۔[۸۹] اصل زندگی کا گھر تو آخرت کا گھر ہے، اگر یہ جانتے! ۶۴

پھر (یہی لوگ ہیں کہ گویا وہ مسافر ہیں کہ) جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں (اور وہ طوفان میں گھر جاتی ہے) تو اپنی اطاعت کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُس کو پکارتے ہیں۔[۹۰] پھر جب اللہ نجات دے کر اُنھیں خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو نجات پاتے ہی شرک کرنے لگتے ہیں کہ ہم نے جو نعمت اُن کو بخشی ہے، اُس کی ناشکری کریں اور (دنیا کی اِس زندگی سے) چند دن اور بہرہ مند ہو

۸۸۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہر چیز کا خالق اللہ ہے اور ہر چیز اُسی کے حکم کی پابند ہے اور تمام نعمتیں بھی اُسی کی بخشی ہوئی ہیں تو پھر شکر کے حق دار دوسرے کس طرح ہو سکتے ہیں کہ اُن کی عبادت یا اطاعت کی جائے؟

۸۹۔ یعنی آخرت کے مقابل میں، اِس لیے کہ اِس کی ہر چیز عارضی اور ایک محدود مدت کے لیے ہے۔ انسان اِس سے خالی ہاتھ اٹھتا اور موت کے دروازے سے گزر کر دوسری دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ گویا وہی معاملہ ہے کہ بچے تھوڑی دیر کے لیے کھیلیں کو دیں اور پھر اپنے اپنے گھروں کو سدھار جائیں۔ یہاں بڑے سے بڑے بادشاہ کو جو کچھ میسر ہے، اُس کی حقیقت بھی اِس سے زیادہ نہیں ہے۔

۹۰۔ یعنی اُس وقت کوئی شریک یاد نہیں رہتا اور خدا سے مخلصانہ اطاعت کا عہد کرتے ہوئے دست بدعا ہو جاتے ہیں۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ
يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾
وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾

لیں۔[91] (اِس کا انجام کیا ہے)؟ اب آگے جان لیں گے۔ ۶۵-۶۶

کیا اِنھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے ایک مامون حرم بنایا (جس میں یہ چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں)، دراں حالیکہ اِن کے گرد و پیش لوگ اچک لیے جاتے ہیں؟[92] کیا پھر بھی باطل ہی کو مانتے ہیں اور اللہ کی اِس نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟ اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے[93] یا حق کو جھٹلائے،[94] جب کہ وہ اُس کے پاس آچکا ہے؟ کیا ایسے منکروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے! ۶۷-۶۸

(تم میرے بندوں کو بشارت دو، اے پیغمبر کہ) جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں جھیل رہے ہیں، اُن پر ہم اپنی راہیں ضرور کھولیں گے[95] اور کچھ شک نہیں کہ اللہ اُن کے ساتھ ہے جو خوبی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۹۱۔ یعنی ہماری دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھالیں۔

۹۲۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کشتی میں بیٹھے ہوئے ہیں جو گرد و پیش کی غارت گری اور بدامنی کے طوفان میں اِن کے لیے سفینۂ نجات بنی ہوئی ہے۔

۹۳۔ یعنی شرک کرے۔

۹۴۔ یعنی خدا کے پیغمبر اور اُس کی کتاب کا انکار کر دے۔

۹۵۔ یہ بشارت دین، دنیا اور آخرت، سب کی راہوں کے لیے ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...یعنی اِن کے لیے دین کی راہیں بھی کھلیں گی، اِن کی دنیا کی مشکلات بھی حل ہوں گی اور آخرت میں بھی

سے عمل کرنے والے ہیں۔[۹۶] ۶۹

اللہ تعالیٰ اِن کی رہنمائی صراط حمید کی طرف فرمائے گا۔‘‘(تدبر قرآن ۶/۶۶)

۹۶۔ یعنی اُن کے ساتھ ہے جو دنیا کی رغبات اور راہ حق کی مشقتوں اور مصیبتوں کے باوجود صبر و استقلال اور عزیمت و استقامت کے ساتھ اُس پر گام زن رہتے ہیں۔ یہ بہت بڑی بشارت ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، اِس لیے کہ جن کو اللہ کی معیت حاصل ہو، شمس و قمر، سب اُن کی راہ میں گرد ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com